

آیات میراث میں عدل و مساوات کے اصول: ایک تجزیاتی و انطباقی مطالعہ
Justice and Equality in the Qur'anic Verses of Inheritance: An
Analytical and Applied Study

Dr. Abdul Aleem

*Associate Professor, University of Management and Technology,
Sialkot*

abdul.aleem@skt.umt.edu.pk

Dr. Naseem Mahmood

Faculty, University of Management and Technology, Sialkot

n.mahmood@skt.umt.edu.pk

Abstract

The research paper “*An Applied Study of Justice and Equality in the Verses of the Inheritance*”, explores the dimensions of justice and equality in the Qur'ānic verses of inheritance, particularly those found in Sūrat al-Nisā'. Through an analytical examination of relevant Qur'ānic texts and Prophetic traditions, it demonstrates that the Islamic law of inheritance is founded upon principles of fairness, rights protection, and social welfare. The research highlights how the Qur'ān establishes a balanced system by assigning fixed shares to heirs, safeguarding the rights of women and vulnerable family members, preventing economic exploitation, and promoting family cohesion. It further argues that differences in inheritance shares are based on responsibilities and legal obligations rather than discrimination, reflecting a broader concept of distributive justice.

The study concludes that the Qur'ānic inheritance framework serves as a comprehensive model for achieving legal, economic, and social justice while fulfilling the higher objectives of Sharī'ah.

Keywords: Inheritance, Justice, Equality, Rights of Heirs, Gender Justice, Economic Justice, Social Welfare

تمہید

قرآن کریم جہاں زندگی کے دیگر تمام گوشوں میں انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے وہیں روز مرہ کے معاملات میں اہم اصولوں کا تعین کرتا ہے۔ اس تحقیقی مقالہ میں معاملات زندگی میں وراثت سے متعلق آیات میں انسانیت کو عدل و مساوات کے حوالے سے کیا رہنمائی ملتی ہے؟ اس پر تفصیلی غور کیا جائے گا اور ذیل میں تربیتی جہتوں کا مطالعہ کیا جائے گا۔ ذیل میں ان امور کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

1- عدل

عدل اسلامی تعلیمات کا اہم خاصہ ہے جو کہ معاشرتی امن کا ضامن ہے۔ اسی اصول کے تحت کائنات کا نظم چل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو دیگر صفات کے ساتھ اس صفت کے ساتھ بھی متصف کیا ہے، اسی لئے جو انسان اپنے آپ کو صفتِ عدل کے ساتھ متصف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنا اس انداز سے مقرب بنا لیتا ہے کہ قیامت والے دن جب کوئی سایہ نہیں ہو گا تو اللہ تعالیٰ عادل کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ نصیب فرمائے گا۔ جب عدل کی اتنی اہمیت ہے تو آیات میراث میں جہتِ عدل کے تربیتی سبق پر غور سے پہلے عدل کا مفہوم اور اس کا شرعی حکم جاننا ضروری ہے۔

عدل کا مفہوم

لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو عدل جو ر کی ضد ہے اور اس کا مطلب ایسا معاملہ ہے جس سے نفس سیدھا رہے اور قائم رہے (بھٹکنے سے بچا رہے) اس طرح عدل کا معنی ہوا "حق کے ساتھ فیصلہ کرنا" اسی لئے کہا جاتا ہے: فہو بقضی بالحق وبعدل وهو حکم عادل¹ "وہ حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور عدل کرتا ہے تو وہ عادل حکمران ہے"

اسی طرح کہا جاتا ہے عدل عن الطریق : حاد "اس نے راستے میں عدل کیا یعنی سیدھے راستے پہ رہا" و عدل الیہ: رجوع "اس نے اس کی طرف عدل کیا یعنی واپس پلٹ آیا" و عدل فی امرہ: استقام² "اس نے اپنے معاملے میں عدل کیا یعنی سیدھا رہا"۔ دینی اصطلاح میں عدل کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

التزام الحق قولاً وفعلاً او اعطاء کل ذی حق حقه دون زیادة او نقصان، والمساواة بین اصحاب الحقوق وعدم الرضا بالظلم علی ای انسان³

"قول و فعل اور کسی کو دینے کے اعتبار سے حق کو لازم پکڑنا کہ نہ کسی کو زیادہ دیا جائے اور نہ ہی کم اور حقداروں کے درمیان مساوات قائم رکھنا اور کسی بھی انسان پر ظلم پر راضی نہ ہونا"

اس تعریف پر غوکیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ عدل میں حقوق کی ادائیگی کے اعتبار سے استحقاق کو اس انداز سے پیش نظر رکھنا ہے کہ کسی کو اس کے حق سے نہ تو کم دیا جائے اور نہ ہی زیادہ دیا جائے اور جن کا حق بنتا ہے ان کو ان کے حقوق مساوات کے ساتھ دئے جائیں اور منصف میں یہ صفت پایا جانا لازم ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہ کرے اور اگر اس معاملہ میں بیرونی مداخلت ہو بھی تو اس کو کسی طرح خاطر میں نہ لائے اور اصولوں کے مطابق چلے۔ عدل کا یہ معاملہ ضروری نہیں کہ پیشہ انصاف سے ہی وابستہ افراد کے لئے ہے بلکہ اس کا تعلق دنیا کے ہر فرد کے ساتھ ہے کہ وہ اپنے قوی، فعلی اور دیگر معاملات میں اس الہی اصول کو پیش نظر رکھے تاکہ اس کے ذریعے کسی کا حق نہ مارا جائے یا کسی کے ساتھ ظلم نہ ہو جائے۔ اس لئے حکومت اور محبت و طاعت جیسے تمام معاملات میں اس کا اطلاق ضروری ہے۔ اسی لئے اسلام نے میاں بیوی کے معاملات میں، اولاد و والدین کے معاملات میں، حتیٰ کہ انسان کی موت کے بعد وراثت کے معاملات میں بھی عدل کا دامن تھامے رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس کے برعکس ظلم کی صورت میں قرآن کی وعید واضح ہے کہ:

وَأَمَّا الْقَاسِطُ فَكَانُوا لِحِبَّتِهِمْ حَطَبًا⁴ "اور لیکن جو ظالم ہیں سو وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے"

عدل کی صورتیں

اب عدل کی عملی اعتبار سے دو صورتیں ہیں جن میں سے ایک ایجابی ہے اور دوسری سلبی ہے۔ محمد المبارک ان دونوں جہتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں جس کا مفہوم ہے⁵:

سلبی صورت میں ظلم سے بچنا، اس کا خاتمہ اور لوگوں کی جان و مال، عزت و آبرو سے متعلق ہر طرح کے ظلم کا روکنا اور ظلم و تعدی کرنے والے کو اس عمل سے روکتے ہوئے آثارِ ظلم کا ازالہ کرتے ہوئے مظلومین کو ان کا حق دلانا اور ظالموں کو مناسب سزا دینا ہے۔ ظلم کی یہ صورتیں عام طور پر معاملات میں اور خاص طور پر جنایات میں ہوتی ہیں، جن کی تفصیل قرآن و سنت میں بیان کر دی گئی ہے۔

عدل کی دوسری صورت ایجابی ہے جس کا تعلق قومی افراد کی آزادی اور ان کے معاشی حقوق کی آزادی کی حفاظت کی حکومتی ذمہ داری کے ساتھ ہے تاکہ ریاست میں کوئی بھی کمزور، عاجز، لاچار، غریب اور کوئی خوفزدہ شخص اپنے حق سے محروم نہ رہے اور ان کے ان تمام حقوق کی فراہمی اسلام میں حکومتی فرض ہے۔

عدل کا شرعی حکم

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر عدل کے احکام ملتے ہیں۔ ذیل میں چند آیات اس حوالے سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۗ يَعِظُكُم لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ⁶

"بے شک اللہ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے، تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو"

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ⁷ "فرمادیجئے کہ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے"

اللہ تعالیٰ کا مزید فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ⁸ "بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

ایک اور مقام پر قرآن کریم میں فرمان ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ⁹

"ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں" ان آیات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ عدل کا لزوم نہ صرف اسلام کا حکم ہے بلکہ معاشرتی اصلاح اور امن کا ضامن بھی ہے۔ اسی لئے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل ہے کہ:

يَا عِبَادِي: إِنِّي حَزَمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا¹⁰

"اے میرے بندو! بے شک میں نے ظلم کو اپنے آپ پر حرام رکھا ہے اور تمہارے درمیان بھی اس کو حرام رکھا ہے، تو (دیکھنا) آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کرنا"

اس حدیث سے فروغ عدل کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اسی لئے اسلام نے معاملات، شہادات و خصامات میں عدل کے دامن کو تھامے رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور اس صفت کو اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے اس لئے کہ عدل حقوق کی ادائیگی کا ایک اہم ذریعہ ہیں اور جس معاشرہ میں حقوق کی ادائیگی میں اجتماعی طور پر تساہل نہ ہو وہ معاشرہ بہت جلد ترقی بھی کرتا ہے اور مہذب قوموں میں شامل بھی ہو جاتا ہے۔ اسی لئے عدل کو اسلامی تہذیب کے اہم شعار کے طور پر لیا جاتا ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے عدل شعاروں کا مقام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مَنَابِرٍ مِنْ نُورٍ عَنِ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكَلَّمْنَا يَدَيْهِ يَمِينِ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وُلُوا¹¹

"عدل کرنے والے اللہ کے ہاں رحمن عزوجل کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، یہ وہی لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں، اپنے اہل و عیال اور جن کے یہ ذمہ دار ہیں ان کے معاملے میں عدل کرتے ہیں" اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ

مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ¹²

"ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا"

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ¹³ " ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن (دلوں پر چھانے والی) ظلمتیں ہوں گی۔ بخل اور ہوس سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل و ہوس نے ہلاک کر دیا، اسی نے ان کو اکسایا تو انہوں نے اپنے (ایک دوسرے کے) خون بہائے اور اپنی حرمت والی چیزوں کو حلال کر لیا "

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنْصُرُ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا، أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ قَالَ: تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ، فَإِنَّ ذَلِكَ نَصْرُهُ¹⁴

"اسی بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔" ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں گا لیکن آپ کا کیا خیال ہے جب وہ ظالم ہو گا پھر میں اس کی مدد کیسے کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تم اسے ظلم سے روکنا کیونکہ یہی اس کی مدد ہے "

ان تمام احادیث سے عدل کہ اہمیت اور شرعی ضرورت کا علم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عدل کی اہمیت صرف اپنے فرمودات سے ہی واضح نہیں فرمائی بلکہ اپنے عمل سے بھی اس کو واضح فرمایا، اس حوالے سے امام مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے دن صفیں سیدھی کروا رہے تھے کہ حضرت سواد بن تمیر یہ یاس سے گذرے اور یہ صف سے تھوڑا باہر تھے تو آپ ﷺ نے تیر سے ان کے پیٹ کو ٹھوک کر رواتے ہوئے فرمایا سواد سیدھے ہو جاؤ، تو یہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ نے میرے پیٹ پر ٹھوک لگا کر مجھے تکلیف پہنچائی ہے مجھے اس کا قصاص چاہئے تو آپ ﷺ نے اپنے بطن مبارک سے کپڑا ہٹا دیا اور فرمایا آؤ بدلہ لے لو، تو یہ آگے بڑھے اور رسول اللہ ﷺ کے بطن مبارک سے لیٹ گئے اور چوننا شروع کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا سواد! آپ کو ایسا کرنے پر کس چیز نے اکسایا ہے؟ تو عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ ﷺ یہ جنگ تو ہونے والی ہے تو میں جاہتا تھا کہ میرا آخری لمحہ آپ ﷺ کے ساتھ گذرے کہ میرا جسم آپ ﷺ کے جسم کو چھو رہا ہو، تو نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔¹⁵

اس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح عدل کا اہتمام فرماتے تھے بلکہ امام طبری لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ظاہری حیات طیبہ کے آخری ایام میں علالت کی کیفیت میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمانے لگے:

"اگر میں نے کسی کو اس کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہے تو یہ میری پشت حاضر ہے مجھ سے انتقام لے لے، اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہہ کے اس کی بے عزتی کی ہے تو مجھے ایسا کہہ کے انتقام لے لے، اگر میں نے کسی سے کوئی مال لیا ہے تو یہ رہا میرا مال اپنا حساب چکا لے، کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی (نعوذ باللہ) بد مزاجی سے ڈرنا رہا، خبردار بد مزاجی میری طبیعت نہیں ہے اور نہ ہی میرا ایسا کوئی معاملہ ہے، اور سنو مجھے تم میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو مجھ اپنا حق وصول کر لے یا پھر اسے مجھ پر حلال کر دے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملوں کہ میں یا کیزہ نفس والا ہوں، فرماتے ہیں پھر ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے آپ کے ذمے تین درہم ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم ہم کسی کو جھٹلاتے نہیں اور

نہ ہی اس سے حلف لیتے ہیں، یہ تین درہم کس طرح میرے ذمے ہیں تو عرض کی، یاد کیجئے ایک دن آپ ﷺ کے یاس ایک سوالی آیا تھا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا کہ میں اسے یہ دے دوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا اے فضل یہ (تین درہم) اسے ادا کر دو" 16

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال مبارک سے پہلے اپنی ذات لوگوں کے سامنے پیش فرمادی تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے پہلے مخلوق کے ساتھ اپنا معاملہ صاف کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے یاس حاضری کے وقت دامن تمام ترمذہ داریوں سے بری ہو، یہ معاملہ اسلام کے نظام عدل کی سب سے اعلیٰ مثال ہے، جس سے ارباب اختیار کو ایک درس ملتا ہے کہ اقتدار کے نشہ میں دھت ہو کر جائز و ناجائز کی تمیز ختم کرنے کی بجائے اپنا دامن جو روجہا کی آلائشوں سے پاک کرنا ہو گا تب عوام الناس عدل کی طرف توجہ دے گی اور اپنے آپ کو حق تلفیوں سے بچائے گی۔ اس سے ایک کو حق دار کو اس کا حق دلوانا ان پر لازم نظر آتا ہے اور دوسرا ظالم و جابر کو اس کے کئے کی سزا دینا بھی ان کی ذمہ داری بنتی ہے تاکہ معاشرہ حق تلفیوں سے پاک ہو جائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۗ 17

"اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پس اگر ایک ان میں دوسرے پر ظلم کرے تو اس سے لڑو جو زامانی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے"

آیات میراث میں تربیتی درس:

سورۃ النساء کی آیات میراث کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں حق دار کو وراثت میں اس کا حق دینے پر زور دیا ہے اور اس معاملہ میں ظلم و تعدی سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ ۖ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۖ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتْهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۖ فَرِيضَةٌ مِنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا 18

"اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے، اور مورث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مورث کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس میت (مورث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے)، پھر اگر مورث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوگی)، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ

فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ (یعنی مقرر) ہے، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے"

آیت کے ابتدائی الفاظ کو دیکھیں تو اس میں ایفائے عہد اور اطاعتِ الہیہ کا درس کہ اللہ تعالیٰ وراثت کے معاملہ میں مسلمانوں سے عہد لے رہا ہے اور انہیں اس عہد کے ایفاء کا حکم دے رہا ہے۔ علامہ زحشری فرماتے ہیں کہ وراثت کے معاملہ میں یہاں اولاد کے درمیان عدل اور مصلحت کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔¹⁹ ابن کثیر یہاں نقل کرتے ہیں کہ یہاں اولاد کے درمیان وراثت کے معاملہ میں جاہلیت کے طریقہ سے ہٹ کر عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ دورِ جاہلیت میں وراثت صرف مذکر اولاد کو دی جاتی تھی اور مؤنث اولاد کو اس سے محروم رکھا جاتا تھا۔²⁰ ابو زہرہ آیت کے الفاظ " اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا " پر تبصرہ کرتے ہیں کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کا اس نفع کی تاکید کے لئے استعمال کیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم میں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تقسیم عدل کے مطابق کی ہے۔²¹ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وراثت کی اس تقسیم میں اپنے نظام عدل کی پنہاں حکمت کو واضح فرما کر جاہلیت کے طریقے کو عملاً باطل اور خلافِ عدل قرار دے دیا ہے۔ اس کے بعد آگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَكُمْ بِصَفِّ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهِنَّ وُلْدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهِنَّ وُلْدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِيَنَّ بِهَا اَوْ ذَيْنِ ۚ وَلِهِنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَكُمْ وُلْدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلِهِنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا اَوْ ذَيْنِ ۚ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً اَوْ امْرَاةٌ وَلَهُ اَخٌ اَوْ اُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوا اَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا اَوْ ذَيْنِ غَيْرِ مَضَارٍّ ۚ وَصِيَّةٌ مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ²²

" اور تمہارے لئے اس (مال) کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ سے چوتھائی ہے (یہ بھی) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، اور تمہاری بیویوں کا تمہارے چھوڑے ہوئے (مال) میں سے چوتھا حصہ ہے بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے تمہاری اس (مال) کی نسبت کی ہوئی وصیت (پوری کرنے) یا (تمہارے) قرض کی ادائیگی کے بعد، اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا (مال کی طرف سے) ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی انھیانی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہوگی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے، اور اللہ خوب علم و حلم والا ہے"

اس آیت کریمہ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وراثت میں وراثت کے حصے اور وراثت کی تقسیم کے اصولوں کا تعین فرما دیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حصے مقرر فرمائے ہیں وہ عدل کے تقاضوں کے مطابق ہیں اور اس میں کسی پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہے بلکہ حق دار کے لئے اس کا حق متعین فرما دیا ہے تاکہ اسلامی قانون میں یہ ایک حجت بن جائے اور کوئی بھی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، جبکہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے اپنا سارا مال، پھر دو ثلث، پھر نصف اور بالآخر ایک ثلث وصیت کرنے کی اجازت طلب کی تو ایک ثلث پر فرمایا:

الثُّلُثُ وَالْثُّلُثُ كَثِيرٌ²⁴ "ایک تہائی اور ایک تہائی ہی کافی ہے"

اس نبوی فرمان اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادہ کو دیکھیں تو واضح ہے تمام، دو تہائی یا نصف مال کی وصیت وراثت کو ایک طرح سے وراثت کے حصہ سے محروم رکھنا ہے جو کہ ایک ظلم ہے تو نبی کریم ﷺ نے وصیت کے معاملہ کو ایک تہائی کے ساتھ مقید فرما کر وراثت کو بھی ظلم سے بچا لیا اور ایک تہائی کی اجازت دے کے مرنے والے کو بھی مرتے وقت اپنی قبر اور آخرت کی بہتری کا سامان کرنے کا موقع دے دیا، اس سے پتہ چلتا ہے ان دونوں جہتوں میں خیر ہی خیر اور عدل کا فروغ ہے۔

آیات میراث سے تربیتی امور کو مزید اختصار کے ساتھ درج ذیل نکات میں سمجھا جاسکتا ہے:

.i حق دار کو اس کا حق دینا

اس کے ذریعے حق دار تک اس کا حق پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ حق تلفی کرنے والا نظام عدل کو توڑنے والا ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ فَرَّ مِنْ مِيرَاثٍ وَارِثِهِ قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ»²⁵

"جس نے اپنے وارث کی میراث سے فرار اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی جنت کی میراث کاٹ لے گا"

اس کا یہ عمل اس کے جنت سے محروم کر دے گا۔ اس لئے قرآن کا اصول وراثت عدل کی جہت سے یہی ہے کہ جس کا وراثت میں جتنا حصہ بنتا ہے وہ اسے دے دیا جائے۔ آج کے دور میں بالخصوص بہنوں اور بیٹیوں کے حوالے سے اس اصول پر عمل کی ضرورت ہے تاکہ استحصال کا خاتمہ ہو سکے۔

.ii قرض خواہ کے حق کو ترجیح دینا

آیات میراث میں عدل کی جہتوں میں ایک اہم جہت یہ ہے کہ وصیت کے نفاذ اور وراثت میں ترکہ کی تقسیم سے پہلے قرض خواہوں کا قرض ادا کیا جائے، تاکہ ان کو ان کا حق پہنچ جائے اور تقسیم وراثت کے بعد وہ وراثت کی فرداً فرداً ملتی نہ کرتے رہیں، بلکہ اس کے تقاضا سے پہلے ہی اس کا حق اس تک پہنچ جائے۔ آیت کریمہ کے الفاظ "مَنْ بَعْدَ وَصِيَّةٍ تُؤْتُونَ بِهَا أَوْ ذَيْنَ" اور اس سے پہلی آیت کے الفاظ "مَنْ بَعْدَ وَصِيَّةٍ يُؤْتِي بِهَا أَوْ ذَيْنَ" اس فرض کی ادائیگی کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں بلکہ سورۃ النساء کی اسی آیت نمبر 12 میں وصیت اور قرض کی ادائیگی کا معاملہ تقسیم وراثت سے پہلے کلیئر کرنے کا حکم تین بار آیا ہے اور ان دونوں آیتوں میں کل چار بار اس معاملہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو کہ اس کی نزاکت کو بیان کرتی ہے اور اس سے لے اعتنائی برتنے کی صورت میں اخروی سزا کا بھی اس میں اشارہ ملتا ہے۔

.iii کمزور طبقات کا تحفظ

معاشرے میں یتیم، بیوائیں، بیٹیاں اور بہنیں کمزور طبقات سمجھے جاتے ہیں جن کی نگہداشت ان کو اپنے عزیز کی جدائی کا غم بھلانے کا ذریعہ بن سکتا ہے اسی لئے اسلام نے وراثت کا قانون عطا کیا کہ عدل کی اس جہت کو فوری طور پر پورا کیا جائے اور محروم المعیشت کمزور پسماندگان کی کفالت کا فوری بندوبست ہو سکے۔

.iv ذمہ داری اور استحقاق کا توازن

ایک ضروری امر ہے کہ ذمہ داریوں کے اعتبار سے جس کا جتنا استحقاق بنتا ہے وراثت میں اس کو اتنا ہی حصہ دیا جائے اسی لئے اسلام نے مذکر کے لئے مؤنث کا دو گنا حصہ رکھا کہ ان کے ساتھ ان کی کفالتی ذمہ داریوں کے مطابق عدل ہو سکے۔

.v خاندانی استحکام کا تحفظ

وراثت کا اسلامی اصول اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں خاندانی استحکام کی ضمانت ہے کہ تقسیم وراثت کے ذریعے خاندان میں مالی تفاوت نہیں رہتا اور اسی طرح یہاں من مانیوں کی بجائے ایک دوسرے کے حقوق کے تحفظ کا درس دیا گیا تاکہ خاندان کا کوئی فرد کسی پر مالی اعتبار سے ظلم نہ کرے بلکہ اسلامی اصولوں کے مطابق مال آپس میں تقسیم کریں اور یہ کفالت کا ایک اعلیٰ معیار ہے کہ مالی مشکلات کے ازالہ کے ساتھ خاندان مستحکم ہو جائے۔

.vi وصیت اور میراث میں توازن

اسلام نے مسلمان کو اپنے ترکہ سے متعلق وصیت کا اختیار تو دیا ہے مگر اسے محدود رکھا ہے تاکہ وراثت بعد میں محتاج نہ ہوں اور ان مورث کا مال کسی اور طرف منتقل ہو جائے۔ اسلام کا یہ اصول عدل کے تقاضوں کے مطابق وصیت اور وراثت میں توازن کا اہم ذریعہ ہے کہ معاشرے کے دیگر نادار افراد یا قریبی رشتہ دار بھی مرنے والے کے مال سے استفادہ کر لیں اور اس وراثت بھی اس سے اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے اسباب حاصل کر لیں اس طرح وراثت فرض کی ادائیگی اور وصیت نفلی صدقات کا ذریعہ بن جائے گا جو کہ وارث اور مورث دونوں کے لئے فائدہ مند ہو گا۔

2- مساوات

اسلام دین فطرت ہے اور اس کی تمام تعلیمات انسانی مساوات کے لیے رہنما اصولوں کا تعین کرتی ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر آگے اس سے متعدد انسانوں کو پھیلا یا سب انسانوں کو برابر قرار دیتے ہوئے عزت اور وقار کے لئے معیار تقویٰ رکھا۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۗ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ²⁶

"اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے"

یہاں عزت کا معیار رنگ و نسل، عہدہ و منصب اور مال و متاع کو نہیں بلکہ پرہیزگاری کو قرار دیا گیا ہے اور پھر تمام کے تمام انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق مراتب عطا فرمائے تو جس طرح ان کے اعمال مختلف ہیں اسی طرح آخرت میں ان کے درجے بھی مختلف ہوں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرب کا درجہ بھی ان کے اعمال کے مطابق ہی ہو گا۔ اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مساوات کو فروغ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ آبَاءَكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَىٰ أَعْجَبِيٍّ، وَلَا لِعَجَبِيٍّ عَلَىٰ عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَىٰ أَسْوَدَ، وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَىٰ أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ
 " اے لوگو! خبردار بے شک تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک ہے، تم میں سے کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہاں مگر تقویٰ کے ساتھ "

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی نظر میں مرد و عورت حقوق اور واجبات کے اعتبار سے برابر ہیں اور ان کی یہ برابری ایک طبعی امر ہے اس لیے کہ ان میں سے کوئی بھی معاشرہ سے الگ نہیں ہے اور معاشرہ ان دونوں جنسوں سے مل کر بنتا ہے اور دونوں مل کر خاندان کے افراد کی نگہداشت اور ان کی تربیت کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دونوں جنسوں کی ذمہ داریاں ان کی ہمت اور طاقت کے مطابق رکھی ہیں کہ جو جسمانی اعتبار سے جتنی ہمت اور طاقت رکھتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو اسی طرح عبادات و معاملات میں مکلف رکھا ہے اور کسی کو اگر قوام کا درجہ دیا ہے تو اس سے مراد اس کی برتری نہیں بلکہ اس میں اس کی ذمہ داریاں ہیں کہ وہ معاشرہ کے دیگر افراد کی نگہداشت کرتے ہوئے معاشرتی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکے۔
 مساوات دو چیزوں کو برابر رکھنے یا ایک درجہ میں رکھنے کا نام ہے جیسے عمومی طور پر کہا جاتا ہے:

فلان وفلان سواء ای متساویان وقوم سواء²⁷

"فلاں اور فلاں مساوی ہیں یعنی برابر ہیں اور مساوی قوم"

مگر اصطلاحی اعتبار سے مساوات کا معنی متعدد حقوق و فرائض میں مختلف افراد کو ایک ہی جگہ رکھنا ہے اس اعتبار سے ابن مسکویہ لکھتے ہیں:

والمساواة اشرف النسب المذكورة ، ولذلك لا تنقسم ولا يوجد لها انواع، وانما هي وحدة في معناها او ظل للوحدة²⁸

"مساوات تناسب میں سب سے افضل ہے یہی وجہ ہے اس کو نہ تقسیم کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کی فروعات پائی جاتی ہیں بلکہ یہ اپنے معنی کے اعتبار سے وحدت یا وحدت کا سایہ ہے"
 ایک اور مقام پر اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

واقبل ماتكون المساواة بين اثنين، ولكنها تكون في معاملة مشتركة بينها²⁹

"اور دو افراد کے درمیان مساوات بہت ہی کم ہوتی ہے ہاں البتہ یہ ان دونوں کے درمیان کسی مشترک معاملہ کی بناء پر ہو سکتی ہے"
 اب اس اعتبار سے جب اجتماعی معاملات کو دیکھتے ہیں تو مساوات سے مراد معاشرہ کے تمام افراد کو ایک جیسے حقوق فراہم کرنا ہے تاکہ وہ تمام کے تمام امن و امان میں رہیں اور معاشرہ کے تمام کے تمام انسان اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کریں اس لیے کہ جب سب کو پتہ ہو گا کہ ان کو ان کے حقوق مل رہے ہیں تو کسی طرح بھی وہ غیر مطمئن نہیں ہوں گے بلکہ ان کو اس بات کا یقین ہو گا کہ اب ان کے حقوق سلب نہیں ہوں گے اس لئے وہ

امن و آتشی کے ساتھ زندگی گزارنے کو ترجیح دیں گے۔ قبل از اسلام اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ عورت معاشرے کا ایک حقیر فرد تھی جبکہ اس کے برعکس مرد اپنے معاشرے کا مطلق سردار شمار کیا جاتا تھا، خاندان میں اس کی حیثیت مسلمہ تھی اور کوئی بھی اس کے امور میں مداخلت کرنے کا روادار نہیں تھا۔ جنگ کرنا، گھڑسواری کرنا اور طاقت کے دیگر امور سرانجام دینا یہ اسی کا کام تھا، عورت ان چیزوں کے قریب قریب بھی نہیں پھٹکتی تھی۔ یہی وجہ ہے جاہلی ادب میں جرات و بہادری کی داستانیں صرف مردوں کی ہی ملتی ہیں جبکہ اس معاشرے کی عورت خدمت گزار اور مردوں کے مطالبات پورے کرتے نظر آتی ہے، لیکن جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس نے عورت کو سہارا دیا، اس کو اس کے استحقاق کے مطابق معاشرے میں مقام دیا اور خاندان میں اسے اہم کردار ادا کرنے والی شریک حیات کا درجہ دیا اور صرف خدمت گزاری کی بجائے عزت و تکریم اور عفت و عصمت کے ساتھ ساتھ مال کی ملکیت کا حق دیا مگر اس کے مالی معاملات کا مکلف مرد کو بنایا، چاہے وہ یہ امور باپ، شوہر، بیٹے، بھائی، چچا، ماموں یا خالو کسی بھی حیثیت سے سرانجام دے اور ان تمام رشتوں کو اسلام نے عورت کی سابقہ محرومیوں کا ازالہ کرنے کے لیے مختص کر دیا جبکہ اس کے بدلہ میں عورت سے اپنی عفت، اپنے شوہر کی عزت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت، اپنی اولاد کی صحیح تربیت کے اہتمام کا تقاضا کیا۔ ان تمام امور پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام واقعاً مرد و زن کی مساوات کا قائل ہے اور یہ مساوات صرف لفظی نہیں بلکہ عملی طور پر نافذ نظر آتی ہے۔

آیات میراث کو اگر دیکھا جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے وراثت کے احکام کے بیان کا آغاز ہی حکم کے انداز سے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ مذکر کے لیے مؤنث کا دو گنا حصہ ہے اور یہاں وصیت کا لفظ حکم کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے گویا انسانیت کے درمیان مساوات کا ایک سلسلہ قائم کر دیا ہے کہ جہاں ان کے فرائض ہیں وہیں ان کے حقوق بھی ہیں۔ یہاں ضروری ہے آیات میراث میں مساوات کے ذیل میں ملنے والے تربیتی دروس کا جائزہ لیا جائے تاکہ ان پر عمل پیرا ہو کر اپنے معاملات کو اس ضمن میں احکام قرآنی کے مطابق ڈھالا جا سکے

آیات میراث میں مساوات کی جہتیں

قرآن یک میں وراثت سے متعلق آیات کا جائزہ لیا جائے تو ان میں مساوات کی جو جہتیں سامنے آتی ہیں ان میں انسانی مساوات، قانونی مساوات، صنفی مساوات، استحقاقی مساوات، معاشی مساوات اور سماجی مساوات ہیں۔ ذیل میں ان تمام جہات کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

i. انسانی مساوات

انسانی مساوات کا اگر جائزہ لیا جائے تو دورِ جاہلیت کے طریقے کے برعکس اسلام نے وراثت کے معاملہ میں تمام انسانوں کو شامل کیا ہے اور کسی کو بھی اس حق سے محروم نہیں رکھا۔ جاہلیت کے دستور میں عورت اور غلام اس حق سے محروم تھے مگر اسلام نے ان کو اس معاملہ میں شریک رکھا ہے اور ولاء کے اصول کے تحت غلاموں کو بھی اس میں شامل فرمایا

"خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، نہ ہی کسی سرخ کو کسی سیاہ پر، اور نہ ہی کسی کالے کو سرخ پر مگر تقویٰ کی بناء پر"

قانونی اعتبار سے یہاں سب کو برابر رکھا ہے مگر مراتب کا فرق صرف تقویٰ کی بنیاد پر رکھا ہے، لہذا وراثت کے معاملہ میں سب کو حصے ان کے قانونی حق کے مطابق ملیں گے اور اس معاملہ وہ سب برابر ہیں۔

صنعتی مساوات

.iii

اللہ تعالیٰ نے دورِ جاہلیت کے صنعتی تفاوت کو اس قانون میں ختم کیا ہے کہ وہاں صنعتِ عورت کو وراثت سے بالکل محروم رکھا جاتا تھا لیکن اسلام نے ان کو اس معاملہ میں شریک کر کے معاشرتی نا انصافی کا ازالہ کرتے ہوئے حصولِ وراثت میں صنعتی مساوات قائم کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لِلذَّكَرِ مِثْلُ مِثْلٍ حَظًّا الْأُنثَيَيْنِ" اگرچہ حصوں کے فرق کو تو رواد رکھتا ہے مگر اس میں یہاں فلسفہ پر غور اس کو تفاوت نہیں مساوات قرار دیتا ہے کہ کسبِ معاش اور دیگر ذمہ داریوں کو نبھانا مرد کے فرائض میں شامل ہے جبکہ اسلامی قانون میں عورت ان ذمہ داریوں سے بالکل بری ہے۔ حقیقت نا آشنا اس کو تفاوت کا نام دیتے ہیں مگر تنقیدی جائزہ لیا جائے تو ذمہ داریوں کے اعتبار سے بیوی کے مہر، نفقہ، لباس اور سکنی کی ذمہ داری، اولاد پر خرچ اور ان کے مالی معاملات کی نگہداشت اور بوڑھے والدین کی کفالت سب مرد کے حصے میں ہیں جبکہ عورت ان سے بری ہے دوسری طرف عورت مال ہوتے ہوئے بھی اس طرح کی ذمہ داریوں سے بری، اپنے مال پر تصرف کا مکمل حق، اور وراثت کے اعتبار سے ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کی حیثیت سے حصہ پاتی ہے جس میں حصولِ مال تو ہے مگر ذمہ داری کوئی نہیں ہے، اس لئے ان تمام امور کی رعایت کرتے ہوئے قرآن یا ک بعض اوقات مرد کا حصہ زیادہ مقرر کرتا ہے تاکہ ذمہ داریوں کے اعتبار سے حصولِ وراثت میں صنعتی مساوات قائم رہ سکے اور کسی پر ظلم نہ ہو بلکہ استحقاق کے مطابق حصہ مل جائے۔

استحقاقی مساوات

.iv

سابقہ نکتہ جہاں جنسی تفاوت کو ختم کرتا ہے وہیں استحقاقی مساوات بھی قائم کرتا ہے۔ اگر وراثت کے معاملہ میں صرف عددی مساوات کو پیش نظر رکھا جاتا تو پھر ذمہ داریوں کے اعتبار سے تفاوت قائم رہتا۔ ویسے بھی اسلام ہر موقع پر مرد کو عورت کی نسبت دو گنا نہیں دیتا بلکہ باپ اور ماں کے حصے ان آیات کی روشنی میں دیکھے جائیں تو اولاد کی موجودگی کی صورت میں دونوں کو چھٹا حصہ ملتا ہے اسی طرح کلالہ کی میراث میں بھائی اور بہن کو برابر برابر حصہ ملتا ہے، اور جہاں کہیں فرق نظر آتا ہے وہ ذمہ داریوں کی بنا پر ہے جو استحقاقی مساوات کا تقاضا ہے جس سے واضح ہوتا ہے قرآن تقسیم میراث کے وقت صرف صنعت کو نہیں بلکہ ذمہ داریوں کو ملحوظ رکھتا ہے اور ان کے مطابق جس کا جو حق بنتا ہے وہ اس کو دے دیا جاتا ہے۔

معاشی مساوات

.v

اسلام ارتکاز دولت نہیں بلکہ گردش دولت کا درس دیتا ہے۔ آیات میراث میں گردش دولت کی تربیت کا پہلو ملتا ہے کہ اس اصول کے مطابق میت کے ورثاء معاشی تفاوت کا شکار نہ ہوں بلکہ ذمہ داریوں کے مطابق جائیداد ان میں تقسیم کر دی جائے۔ جاہلیت کا طریقہ مضبوط کو مزید طاقتور بنانے اور استحصال کا موقع فراہم کرنے کا ذریعہ تھا، اس میں افلاس اور لاجاری کو فروغ دیا جاتا تھا جبکہ اسلام نے بطور احسان نہیں بلکہ بطور استحقاق وارث کو اس کا مال دینے کا اصول دیا ہے اور جبر استبداد کی

روش کا خاتمہ کیا ہے۔ اس طرح معاشرے میں معاشی مساوات قائم ہوتی ہیں اور فقراء، مساکین اور اقرباء کو اس میں شامل کر کے ان کی ضرورتوں کا بھی کسی نہ کسی انداز میں ازالہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح اسلام تقسیم دولت کا یہ نظام فراہم کر کے معاشرے میں معاشی مساوات قائم کرتا ہے تاکہ لوگوں کو ان کی کفالت کا سامان استحقاق کی بنیاد پر باعزت طریقے سے فراہم کما جائے۔

.vi سماجی مساوات

معاشرے کے افراد کے مقام کا تعین ان کے حسب نسب، منصب، حسن یا دولت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور جو ان خصائص سے محروم ہوتے ہیں عموماً ان کو معاشرے کے نیچے طبقہ میں رکھا جاتا ہے۔ اسلام کے نظام وراثت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام سماجی مساوات کا قائل ہے جس میں ہر فرد کی عزت اور احترام کو ملحوظ رکھا جائے، اسی لئے تو تجسس، غیبت، جھوٹ، تکبر، حسد اور منافقت جیسے عیوب سے اپنے آپ کو پاک رکھنے کا حکم دیتا ہے کہ ان امور سے عزت و احترام میں فرق پڑتا ہے۔ وراثت کے نظام میں حصوں کا تعین اور اس کے مطابق مال کو مستحق کے سپرد کرنے کا قرآنی حکم معاشرتی اعتبار سے محروم افراد کو وسائل کی اس ذریعہ سے فراہمی سے ان کو باعزت اور باوقار بناتا ہے کہ وہ کسی کے دست نگر نہ رہیں بلکہ عزت کے ساتھ وسائل حیات تک رسائی یابن اور ان کو استعمال میں لائیں۔ تمام افراد معاشرہ کو اس دھارے میں لانے کے لئے انفاق کی ترغیب کے ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دیا کہ:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسِطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا³⁴

"اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہو اور کھو (کہ کسی کو کچھ نہ دو) اور نہ ہی اسے سارا کا سارا کھول دو (کہ سب کچھ ہی دے ڈالو) کہ پھر تمہیں خود ملامت زدہ (اور) تھکا ہارا بن کر بیٹھنا پڑے"

اس میں کجوسی سے منع کیا گیا کہ مال پر سانپ بن کر بیٹھا جائے کہ کسی کے کام نہ آسکے اور نہ ہی اس انداز سے سب خرچ کر دیا جائے کہ بعد میں خود محتاج ہو جائے اور دوسروں کا دست نگر بن جائے بلکہ اسلام میں میانہ روی کی روش اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ معاشرے کے تمام افراد باعزت انداز سے اپنی ضروریات زندگی کا سامان حاصل کر سکیں اور کسی کو کسی کی محتاجی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ وراثت میں تقسیم مال کا یہ اسلامی قانون وراثہ، فقراء، مساکین اور قریبی رشتہ داروں کی معاشرتی عزت و وقار اور حاجت زندگی کی توفیق کا سامان ہے۔

شریعت اسلامیہ کے مقاصد کی رو سے وراثت کے اسلامی نظام کو اگر دیکھا جائے تو حکم شریعت پر عمل کرتے ہوئے اس میں حفظ دین کے شرعی مقصد کی رعایت کی جا رہی ہے، پھر ضرورت مند کو وراثت کے مال کی فراہمی کے ذریعے سامان زیست کی فراہمی حفظ نفس کے تقاضا کی امین بن جاتی ہے اور اگر کسب معاش کے اسباب نظر نہ آتے ہوں تو انسان سوچوں میں اس قدر ڈوب جاتا ہے یا گل پن کی حد تک جا پہنچتا ہے تو وراثت کے ذریعے اسباب حیات کی فراہمی اس کی عقل کو قائم رکھتی ہے اور اسے شرعی اور غیر شرعی معاملات کی تمیز سکھاتی ہے اس طرح حفظ عقل کا شرعی مقصد پورا ہوتا ہے اور بھوک اور افلاس بعض اوقات زندگی کے اختتام تک انسان کو لے جاتی ہے اسی لئے کئی علاقوں کی مثالیں دے کر کہا جاتا ہے کہ وہاں انسانیت فقر و افلاس سے مر رہی ہے تو تقسیم وراثت انسانی نسل کی بقاء کا اس طرح سامان بنتی کہ مرنے والے کی نسل کو اگر وہ غریب ہو تو

افلاس سے بچا کر اسباب حیات کی فراہمی کا ذریعہ بنتی ہے جو افزائش نسل کے امور میں مشغولیت کا سامان نظر آتا ہے۔ اس طرح حفظ نسل کا شرعی مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ آخر مال کے ضیاع کی بجائے اس کے حقداروں تک اس کا پہنچنا اس کو محفوظ بنا کر حفظ مال کے شرعی مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اس طرح اسلامی نظام میراث مقاصد شریعت پر عمل کا بہترین ذریعہ ہے جو فلاح انسانیت کی راہوں کو متعین کرتا ہے اور مساوات کی تمام جہتوں کا تحقق یقینی بناتا ہے۔ عدل و مساوات کے انہی معاملات کو جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی راہ دکھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ "تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِمُوهَا فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْمِي وَهُوَ أَوْلَى شَيْءٍ يُنْتَزَعُ مِنْ أُمَّتِي" ³⁵

"اے ابو ہریرہ! علم فراغ سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ اس لئے کہ یہ نصف علم ہے جسے بھلا دیا جائے گا اور یہ سب سے پہلی

چیز ہے جسے میری امت سے چھین لیا جائے گا"

عملی طور پر دیکھا جائے تو امت کی اکثریت اس قانون شریعت پر عمل سے گریزاں نظر آتی ہے اور جاہلیت کا طریق اس میں سرایت کرتا نظر آ رہا ہے جو کہ معاشرہ کی بربادی اور احکام شریعت سے روگردانی کا سبب بن رہا ہے۔ بقاء اسی قانون کی طرف رجوع اور اس کی اتباع میں ہے۔

اس ساری بحث کا نچوڑ درج ذیل نکات کی صورت میں سامنے آتا ہے:

- آیات میراث میں دو اہم پہلو عدل اور مساوات میں انسانی تربیت کے لئے اہم جہتوں کا تعین کیا گیا ہے جن کی تفصیل اس تحقیقی مقالہ میں زیر بحث لائی گئی ہے؛
- عدل کا لغوی معنی قائم رہنا اور اصطلاحی معنی "قول و فعل اور کسی کو دینے کے اعتبار سے حق کو لازم پکڑنا کہ نہ کسی کو زیادہ دیا جائے اور نہ ہی کم اور حقداروں کے درمیان مساوات قائم رکھنا اور کسی بھی انسان پر ظلم پر راضی نہ ہونا" ہے؛
- عدل کی سلبی اور ایجابی دو صورتیں ہیں؛
- عدل قرآن و سنت اور اجماع امت سے مشروع و معمول ہے؛
- آیات میراث میں عدل سے متعلق ملنے والے تربیتی دروس میں حق دار کو اس کا حق دینا، کمزور طبقات کا تحفظ، ذمہ داری اور استحقاق کا توازن، خاندانی استحکام کا تحفظ، وصیت اور میراث میں توازن اہم جہتیں ہیں جن کی رعایت معاشرے کو پر امن اور مستحکم بنا دیتی ہے۔
- مساوات کا اصطلاحی معنی "دو چیزوں کو برابر رکھنے یا ایک درجہ میں رکھنے کا نام ہے" جبکہ اس کا اصطلاحی معنی "متعدد حقوق و فرائض میں مختلف افراد کو ایک ہی جگہ رکھنا ہے" ہے۔
- آیات میراث میں مساوات سے متعلق ملنے والے تربیتی دروس میں انسانی مساوات، قانونی مساوات، صنفی مساوات، استحقاقی مساوات، معاشی مساوات، سماجی مساوات ہیں۔

یہ موضوع معاشرتی امن اور انسانی فلاح سے متعلق اپنی نوعیت کا اہم مضمون ہے لہذا ضرورت اس امر کی ہے دور حاضر کے مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے اور آیات قرآنی پر غور و فکر کا عادی بنایا جائے تاکہ وہ عملی طور پر قرآنی تعلیمات کو اپنا کر اپنی دنیا اور آخرت کی بہتری کا سامان کر سکیں۔ مزید یہ کہ اس نوعیت کے مختلف عنوانات کے تحت قرآنی

سورتوں اور آیات سے ملنے والے تربیتی دروس پر مزید تحقیقی کام کروایا جائے تاکہ تعلیمات قرآنی سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر کے معاشرتی اصلاح و فلاح کا سامان کیا جاسکے۔

حوالاجات

- 1- ابن منظور، ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، فصل العين المهمله، دار صادر، بیروت، الطبعة الثالثة، 1414ھ، 11: 430
Ibn Manzūr, Abū al-Faḍl Muḥammad bin Mukarram bin ‘Alī, *Lisān al-‘Arab*, Faṣl al-‘Ayn al-Muḥmalah, Dār Ṣādir, Bayrūt, al-Ṭab‘ah al-Thālithah, 1414H, 11:430.
- 2- انیس و نخبۃ من اللغویین، المعجم الوسیط، مجمع اللغة العربیة، القاہرہ، الطبعة الثانية، 1392ھ-1972م، 2: 588
Unays wa Nukhbah min al-Lughawiyyīn, *al-Mu‘jam al-Wasīṭ*, Majma‘ al-Lughah al-‘Arabiyyah, al-Qāhirah, al-Ṭab‘ah al-Thāniyah, 1392H/1972M, 2:588.
- 3- مبیض، محمد سعید، اخلاق المسلم وكيف نربى ابناءنا علیہا، مکتبۃ الغزالی، سوریا، الطبعة الاولى، 1411ھ، ص: 298
Mubayyaḍ, Muḥammad Sa‘īd, *Akhlāq al-Muslim wa Kayfa Nurabbī Abnā‘anā ‘alayhā*, Maktabat al-Ghazālī, Sūriyā, al-Ṭab‘ah al-Ūlā, 1411H, p. 298.
- 4- الجن، 72: 15
Al-Jinn, 72:15
- 5- محمد المبارک، الثقافة الاسلامیة، جده، 1409ھ، ص: 45-46
Muḥammad al-Mubārak, *al-Thaqāfah al-Islāmiyyah*, Jeddah, 1409H, pp. 45-46.
- 6- النحل، 16: 90
Al-Naḥl, 16:90
- 7- الاعراف، 7: 29
Al-A‘rāf, 7:29
- 8- الحجرات، 49: 9
Al-Ḥujurāt, 49:9
- 9- الحديد، 57: 25
Al-Ḥadīd, 57:25
- 10- القشیری، ابو الحسن مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی، کتاب البر والصلة والاداب، باب تحريم الظلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1374ھ-1955م، 4: 1994، رقم الحديث: 2577
Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusayn Muslim bin al-Ḥajjāj, *al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ*, taḥqīq: Muḥammad Fu‘ād ‘Abd al-Bāqī, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah wa al-Ādāb, Bāb Taḥrīm al-Zulm, Dār Iḥyā‘ al-Turāth al-‘Arabī, Bayrūt, 1374H/1955M, 4:1994, Ḥadīth no. 2577.
- 11- مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الامارة، باب فضيلة الإمام العادل. و عقوبة الجائر، والحث على الرفق بالرعية، والنهي عن إدخال المشقة عليهم، 3: 1458، رقم الحديث: 1827
Muslim, الجامع الصحیح، کتاب الامارة، باب فضيلة الإمام العادل. و عقوبة الجائر، والحث على الرفق بالرعية، والنهي عن إدخال المشقة عليهم، 3: 1458، رقم الحديث: 1827

Muslim, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Imārah, Bāb Faḍīlat al-Imām al-ʿĀdil wa ʿUqūbat al-Jāʿir wa al-Ḥathth ʿalā al-Rifq bi al-Raʿiyyah wa al-Nahy ʿan Idkhāl al-Mashaqqah ʿAlayhim, 3:1458, Ḥadīth no. 1827.

¹²- بخاری، ابو عبدالله محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلم، دار طوق النجاة، بیروت، الطبعة الأولى، 1422ھ، 3: 128، رقم الحدیث: 2442

Al-Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Ismāʿīl, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Mazālim, Bāb Lā Yaḏlim al-Muslim al-Muslim wa Lā Yuslimuhu, Dār Ṭawq al-Najāt, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1422H, 3:128, Ḥadīth no. 2442.

¹³ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب تحریم الظلم، 4: 1996، رقم الحدیث: 2578
Muslim, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah wa al-Ādāb, Bāb Taḥrīm al-Zulm, 4:1996, Ḥadīth no. 2578.

¹⁴ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاکراه، باب یمین الرجل لصاحبه إنه أخوه، إذا خاف علیه القتل أو نحوه، 9: 22، رقم الحدیث: 6952

Al-Bukhārī, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ikrāh, Bāb Yamīn al-Rajul li-Ṣāhibihi Innahu Akhūhu Idhā Khāfa ʿAlayhi al-Qatl aw Naḥwahu, 9:22, Ḥadīth no. 6952.

¹⁵- الحلبي، ابو الفرج على بن ابراهيم بن احمد، إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون (السيرة الحلبية)، دار لاكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية، 1427ھ، باب ذكر مغازيه-باب غزوة بدر الكبرى، 2: 220

Al-Ḥalabī, Abū al-Faraj ʿAlī bin Ibrāhīm bin Aḥmad, *Insān al-ʿUyūn fī Sīrat al-Amīn al-Maʾmūn (al-Sīrah al-Ḥalabīyyah)*, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Thānīyah, 1427H, Bāb Dhikr Maghāzīhi – Bāb Ghazwat Badr al-Kubrā, 2:220.

¹⁶- الطبري، ابو جعفر محمد بن جرير، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 18: 281

Al-Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muḥammad bin Jarīr, *Jāmi' al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān*, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 18:281.

¹⁷- الحجرات، 49: 9

Al-Ḥujurāt, 49:9

¹⁸- النساء، 4: 11

Al-Nisā', 4:11

¹⁹- زمخشري، محمود بن عمر، الكشاف، دار احياء التراث العربي ومؤسسة التاريخ العربي، بيروت، ص: 51

Al-Zamakhsharī, Maḥmūd bin ʿUmar, *al-Kashshāf*, Dār Iḥyāʿ al-Turāth al-ʿArabī wa Muʾassasat al-Tārīkh al-ʿArabī, Bayrūt, p. 51.

²⁰- ابن كثير، عماد الدين أبو الفداء إسماعيل بن عمر الدمشقي، تفسير القرآن العظيم، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى، 1419ھ-1998م، 2: 197

Ibn Kathīr, ʿImād al-Dīn Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl bin ʿUmar al-Dimashqī, *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm*, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1419H/1998M, 2:197.

- 21- ابوزهرة، محمد، زهرة التفاسير، دار الفكر العربي، 4: 1604
 Abū Zahrah, Muḥammad, *Zahrāt al-Tafāsīr*, Dār al-Fikr al-‘Arabī, 4:1604.
- 22- النساء، 4: 12
 Al-Nisā’, 4:12
- 23- ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، 2: 200
 Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur’ān al-‘Azīm*, 2:200.
- 24- بخارى، الجامع الصحيح، كتاب الوصية، باب أن يترك ورثته أغنياء خير من أن يتكفوا الناس، 4: 3
 رقم الحديث: 2742
 Al-Bukhārī, *al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Waṣiyyah, Bāb An Yatruka Warathatahu Aghniyā’ Khayr min An Yatakaffāfū al-Nās, 4:3, Ḥadīth no. 2742
- 25- ابن ماجه، ابو عبدالله محمد بن يزيد القزويني، السنن، تحقيق: محمد فؤاد عبدالباقي، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية، دار احياء الكتب العربية، 2: 902، رقم الحديث: 2703
 Ibn Mājah, Abū ‘Abd Allāh Muḥammad bin Yazīd al-Qazwīnī, *al-Sunan*, taḥqīq: Muḥammad Fu‘ād ‘Abd al-Bāqī, Kitāb al-Waṣāyā, Bāb al-Ḥayf fī al-Waṣiyyah, Dār Iḥyā’ al-Kutub al-‘Arabiyyah, 2:902, Ḥadīth no. 2703.
- 26- الحجرات، 49: 13
 Al-Ḥujurāt, 49:13
- 27- ابن منظور، لسان العرب، فصل السين المهملة، 14: 410
 Ibn Manẓūr, *Lisān al-‘Arab*, Faṣl al-Sīn al-Muḥmalah, 14:410.
- 28- ابن مسكويه، ابو علي احمد بن محمد، تهذيب الاخلاق وتطهير الاعراف، دار مكتبة الحياة، بيروت، الطبعة الثانية، ص: 108
 Ibn Miskawayh, Abū ‘Alī Aḥmad bin Muḥammad, *Tahdhīb al-Akhlāq wa Taḥṭīr al-‘Arāf*, Dār Maktabat al-Ḥayāh, Bayrūt, al-Ṭab‘ah al-Thānīyah, p. 108.
- 29- ابن مسكويه، تهذيب الاخلاق وتطهير الاعراف، ص: 119
 Ibn Miskawayh, *Tahdhīb al-Akhlāq wa Taḥṭīr al-‘Arāf*, p. 119.
- 30- النساء، 4: 8
 Al-Nisā’, 4:8
- 31- خازن، أبو الحسن علاؤ الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيعي، لباب التأويل في معاني التنزيل، سورة النساء تحت آيت 8، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1415هـ، 1: 344
 قرطبي، أبو عبد الله، محمد بن أحمد الأنصاري، الجامع لأحكام القرآن، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، سورة النساء، تحت آيت 8، دار الكتب المصرية، القاهرة، الطبعة الثانية، 1384هـ-1964م، 5: 50
- Al-Khāzin, Abū al-Ḥasan ‘Alā’ al-Dīn ‘Alī bin Muḥammad bin Ibrāhīm bin ‘Umar al-Shayḥī, *Lubāb al-Ta’wīl fī Ma‘ānī al-Tanzīl*, Sūrat al-Nisā’ taḥt Āyah 8, Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, Bayrūt, al-Ṭab‘ah al-Ūlā, 1415H, 1:344; al-Qurṭubī, Abū ‘Abd Allāh Muḥammad bin Aḥmad al-Anṣārī, *al-Jāmi‘ li Aḥkām al-Qur’ān*, taḥqīq: Aḥmad al-Bardūnī wa Ibrāhīm Aṭfaysh, Sūrat al-Nisā’ taḥt Āyah 8, Dār al-Kutub al-Miṣriyyah, al-Qāhirah, al-Ṭab‘ah al-Thānīyah, 1384H/1964M, 5:50.

32 - السيوطي، عبدالرحمن بن ابي بكر جلال الدين، الدر المنثور، سورة النساء تحت آيت 8، دار الفكر، بيروت، 2: 440

Al-Suyūṭī, ‘Abd al-Raḥmān bin Abī Bakr Jalāl al-Dīn, *al-Durr al-Manthūr*, Sūrat al-Nisā’ taḥt Āyah 8, Dār al-Fikr, Bayrūt, 2:440.

33 - احمد بن حنبل، المسند، تحقيق: شعيب الارنؤوط وآخرون، مسند الانصار رضى الله عنهم، مسند رجل من اصحاب النبي ﷺ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الاولى 1421هـ-2001م، 38: 474، رقم الحديث: 23489

Aḥmad bin Ḥanbal, *al-Musnad*, taḥqīq: Shu‘ayb al-Arna‘ūṭ wa Ākharūn, Musnad al-Anṣār (raḍiy Allāhu ‘anhum), Musnad Rajul min Aṣḥāb al-Nabī ﷺ, Mu‘assasat al-Risālah, Bayrūt, al-Ṭab‘ah al-Ūlā, 1421H/2001M, 38:474, Ḥadīth no. 23489.

34 - الاسراء، 17: 29

Al-Isrā’, 17:29

35 - ابن ماجه، السنن، كتاب الفرائض، باب الحث على تعليم الفرائض، 2: 908، رقم الحديث: 2719

Ibn Mājah, *al-Sunan*, Kitāb al-Farā’id, Bāb al-Ḥathth ‘alā Ta‘līm al-Farā’id, 2:908, Ḥadīth no. 2719.